Lesson 6: Al-Kahf (Ayaat 83-99): Day 24

سُورَةُ الْكَافِرِ كِي تَفْسِير

آیات کابیک گراؤنڈ۔

آیات کو شروع کرنے سے پہلے اس سبق کابیک گراؤنڈ دیکھیں گے پچھلے قصے میں موسیٰ اور خضر کا قصہ تھا جس میں یہود کے پوچھے گئے دوسرے سوال کا جواب تھا۔ اب یہاں سے قصہ ذوالقرنین شروع ہو گا جو کہ یہود کے مشرکین مکہ کے ذریعے پوچھے گئے سوالات میں سے تیسرے سوال کا جواب ہے۔ اگر سورت کی ترتیب کو دیکھیں تو بہت ہی خوبصورت مماثلت ہے۔

سورۃ کا پہلا واقعہ اصحاب کھف کا واقعہ تھا، جس کا سبق یہ تھا کہ بعض دفعہ دین پر عمل کرنے والوں کو اس زمین پر جگہ نہیں ملتی اور ان کو اپنا آپ چھپانے کے لئے غاروں میں بھی جانا پڑتا ہے۔ اور اب سورۃ کے اختتام پر ذوالقرنین کا قصہ یہ بتاتا ہے کہ ضروری نہیں کہ دین پر عمل کرنے کی وجہ سے انسان کی دنیا بھی چلی جائے۔

یہاں ایک ایسے بادشاہ کا ذکر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین اور دنیا دونوں کی دولت دی تھی۔ اقتدار بھی تھا اس کے باوجود اس کے دل میں لوگوں کے لئے رحم اور محبت تھی۔ اور اس سب کا خلاصہ ہے کہ مسلمانوں کو دنیا میں جب اقتدار ملے، اللہ تعالیٰ ان کو ریسورسز دے تو پھر ان کو انسان کی فلاح و بہبود کے لیے کس طرح کام کرنا ہے۔ اس کے بالکل اپوزیٹ دنیا کے ریسورسز جنکو آپ اٹامک ریسورسز بھی کہہ سکتے ہیں جب ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلے گئے، جن کو اللہ تعالیٰ کا بالکل پتہ ہی نہیں تو ایسے لوگوں نے پھر ان چیزوں کو انسانیت کے نفع کی بجائے نقصان کے لئے استعمال کیا۔ بہت

سی ویلفیر فاؤنڈیشنز انسانوں کے لئے بنائی جاتی ہیں لیکن اس سے پھر خیر نہیں ملتی، غریب آج بھی غریب ہیں بلکہ چند ناموں کی دھاک بٹھا کر سپرپاور سے خوف دلایا جاتا ہے۔

اس قصے میں ہم پڑھیں گے کہ سپرپاور سے اوپر سپریم پاور ہے وہ اللہ کی پاور ہے۔

ہمارے پاس پہلا سوال یہ ہے کہ ذوالقرنین کے بارے میں یہود کو اتنی دلچسپی کیوں تھی؟
دوسرا سوال کہ ذوالقرنین حقیقت میں کون تھے؟ اور ان کے ساتھ کیا چیزیں منسلک ہیں۔

لفظ ذوالقرنین، ذو (والا)، القرنین تشبیہ ہے قرن کا، اور قرن سینک، کنارے کو کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں ہر دور کے مفسرین نے بہت ساری باتیں کیں اور ایک طویل عرصہ تک لوگ سکندر اعظم کو بھی ذوالقرنین کہتے رہے۔ اس سوچ کے ساتھ کہ انہوں نے دنیا میں بہت ساری جگہوں پہ حکومت قائم کی تھی۔ لیکن اگر قرآن پاک میں ان کے پیش کردہ اوصاف کو دیکھا جائے تو وہ کبھی بھی سکندر اعظم پر فٹ نہیں ہوتے۔

مولانا محمد آزاد کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب تفسیر جامع الکلام کے آغاز میں جو ریسرچ پیش کی ہے اس کے ذریعے انہوں نے کہا کہ ذوالقرنین وہ ہیں، جس کو لوگ سائرس کے نام سے جانتے ہیں۔ سائرس "خسرو" کو کہتے ہیں۔ ایران کی قوت کے ساتھ سائرس یعنی خسرو کا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے ایران کو جوڑا تھا۔ پچھلے ادوار میں ایران کے دو حصے تھے، لیکن اس نے دونوں کو ملا کر ایک بنا دیا جس کی وجہ سے لوگ اس کو بہت بڑا محسن سمجھتے تھے۔

یہود کو اس قصے سے اس لیے دلچسپی تھی کہ یہود اس کو اپنا محسن سمجھتے تھے۔

تاریخ میں ہے کہ یہود پر بخت نصر نے حملہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی اور وہ بادشاہ جاتے جاتے بہت سارے لوگوں کو قیدی بنا کر چلا گیا، جس میں حضرت عزیرؑ بھی تھے۔ بعد میں حضرت عزیر اس بستی سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ بستی تو بالکل ہی لوٹی پڑی ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ اب اس بستی کو دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سو سال کی نیند دے دی جب وہ اٹھے تو انہوں نے اپنے حافظے کے ساتھ تورات کو کمپائل کیا تھا۔ یہ قصہ اسی سے جڑتا ہے کہ بخت نصر کے ہاتھوں بنے ہوئے قیدی لوگوں کو ذوالقرنین نے آزاد کروایا تھا۔ اور مکہ والے اس چیز سے بالکل بھی آگاہ نہیں تھے، تو اللہ تعالیٰ نے بالکل ان ہی کی بات کو پیش کر کے ہمارے سامنے واقعہ پیش کیا۔

ذوالقرنین کا قصہ۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْقَرْنَيْنِ ط قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ اور اے محمدؐ، یہ لوگ تم سے

ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہو، میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں۔

واؤ، کامطلب ہے کہ اس سے پیچھے بھی کچھ سوال تھے۔ تو ترتیب کے اعتبار سے یہ سوال تیسرے نمبر کا تھا۔ ذوالقرنین "دو قرنوں والا" یعنی وہ شخص جس کے دو قرن تھے۔ بہت سارے لوگوں نے اس کے بارے میں روایات رکھی ہوئی ہیں کہ اس کے سر پر دو سینگ تھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ چونکہ انھوں نے ایران کے دو حصوں کو ملا کر ایک کر دیا تھا تو اس کی نشانی کے طور پر، ان کے سر پر جو ٹوپی پہنائی جاتی تھی وہ دو سینگوں کی طرح تھی۔

لیکن اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ کتنے عادل بادشاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا کچھ دیا تھا، **قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا**، کہہ دیجیے کہ میں ان قریب تم پر پڑھوں گا اپنی طرف سے اسکا ذکر۔ تم جو اس بارے میں پوچھتے ہو تو میں اس سوال کا جواب دوں گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب وحی اترتی تھی تو پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں اللہ کی ذات بتاتی تھی پھر ان کو پتہ چلتا تھا۔

تو اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب تک نبی کو اللہ تعالیٰ نہ بتائے تو نبی کا علم بھی پورا نہیں۔

پچھلے قصے کو اور اس قصے کو سامنے رکھ لیجیے تو یہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ کس طرح علم کی بنیاد پہ حقائق پیش کرنے چاہئیں۔

لفظ **مِنْهُ ذِكْرًا** اس میں بہت کچھ چھپا ہوا ہے۔ قرآن پاک میں جہاں بھی قصے بیان ہوئے ہیں اس میں ادھر ادھر کی باتوں کو چھوڑ کر عمل کی باتوں کو ہائی لائٹ کیا گیا۔ اور یہی اسلام کا حسن ہے۔ قصہ گوئی سے اصل بات پیچھے رہ جاتی ہے اور لوگ قصے کہانیوں میں کھو کے رہ جاتے ہیں۔ **تَوَسَّاتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا** سے مراد ہے کہ قصے کا اتنا ہی حصہ بیان کیا جائے گا، جس میں نصیحت ہوگی۔ اس میں عمل کا نکتہ یہی ہے کہ بہت لمبی چوڑی باتیں اور بحث کرنے کے بجائے ہمیں بھی چیزوں کے اندر سے نصیحت لینی چاہیے۔ بچوں کو ایک بار بار دہرا کر کرنے سے بہتر ہے کہ انہیں عمل کی بات بتائی جائے۔ آپ اپنے بچے کو جتنی مختصر نصیحت کریں گے اتنا وہ آپ کی بات کو غور سے سنیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا شخص تھا جس نے انسانیت کو نفع دیا۔

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَاتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٢﴾

ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے۔

لفظ مَكَّنَّا یہ وہی لفظ ہے جس کو اردو میں ہم مکان کہتے ہیں۔ امکان لفظ بھی اسی سے ہے۔ یہاں اقتدار دینے کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اقتدار دیا۔ عربی زبان میں گھونسلے کو بھی مَكَّنَّا کہتے ہیں۔ مکن کہتے ہیں جم کر رہنے والا۔ ہم نے اس کو تمہارے سامنے اس طرح سے پیش کیا تاکہ تم اس کے ذرائع سے فائدہ اٹھاؤ۔

فَاتَّبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ اس نے (پہلے مغرب کی طرف ایک مہم کا) سرو سامان کیا۔

یہ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی آیتوں میں سے ایک آیت ہے۔ تو اس نے ایک مہم کا سرو سامان کیا۔ فَاتَّبَعَ کا معانی ہے فالو کرنا، یعنی اتباع کرنا سَبَبًا ایک رسی ہے، رسی سبب بنتی ہے۔ اس کے ذریعے سے درخت پر چڑھا جاتا ہے اور اسی کی جمع ”اسباب“ ہے۔ تو بعد میں ہر چیز تک پہنچنے کے ذریعے کو سبب کہا گیا، سبب دو طرح کے ہوتے ہیں

1- سبب حسی، جس کو محسوس کیا جائے جس کو چھو سکیں، جیسے آلات، گاڑیاں وغیرہ۔

2- دوسری قسم کے سبب معنوی ہوتے ہیں۔ معنوی کا مطلب کہ اپنے معنی کے ساتھ ہوتے ہیں جیسے

علم۔ عرب اُستاد کو بھی سیڑھی کہتے تھے کیوں کہ اُس کے ذریعے وہ علم کی بلندی پر چڑھتے تھے۔

یہاں سبب سے مراد ”وسائل“ ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ مسلمان بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو

ریسورسز بھی پورے دیے تھے اور پھر اس نے اس کو استعمال بھی کیا۔

یہاں ایک اور مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ اللہ نے انہیں وسائل دیئے اور اُس نے انہیں استعمال بھی کیا۔ یہ بھی ایک مسئلہ تھا کہ مال و دولت کے لحاظ سے اسلام کا مزاج کیا تھا اور لوگوں نے اسے کیا سمجھا۔ آج ایک انتہا یہ ہے کہ اگر اسلام کے ساتھ پمپ اینڈ شو ہے تو آپ اسلام کو اچھا سمجھیں گے۔ چونکہ اس کو لینے سے دنیا مل گئی تو یہ اسلام اچھا ہے۔ اسکو آپ منافقت کہہ سکتے ہیں۔

منافق کا دوسرا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اسلام کے ساتھ ایمان لانے کے بعد 'کامیابی' کے پُجاری بن جاتے ہیں۔ ”چڑھتے سورج کے پُجاری“۔ اسلام پہ آنے سے اگر انکو فائدے ہوں، برکتیں ہوں تو کہتے تھے کہ ہمیں اسلام بہت راس آگیا ہے۔ اور اگر یہ سب نہ ملے تو کہتے ہیں ہمیں اسلام راس نہیں آیا۔

دوسری طرف ایک اور انتہا پسندی ہے اور وہ یہ کہ اسلام کے ساتھ محرومیوں کو پسند کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام جھکا ہوا، کمزور، غریب، پریشان، منگتا ہو۔ کسی کو اسلام کے ساتھ دنیا کے فائدے ملتے دیکھیں تو شک و شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک ایکسٹریم ہے۔

آج جو اسلام کے دشمن ہیں انہوں نے یہ غلط تصور دیا کہ اسلام کا مطلب، محرومی۔

ایمان اور بیچارگی کو لازم و ملزوم قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصے میں ہمیں یہی سکھانا ہے کہ دین پر عمل کرنے سے ضروری نہیں ہے کہ تمہاری دنیا خراب ہو **فَاتَّبِعْ سَبَبًا**، انہوں نے اسلام کے لئے ریسورسز کو استعمال کیا۔ اصل چیز ایمان ہے۔ ایمان کے ساتھ غربت ہو تو الحمد للہ، اور ایمان کے ساتھ دولت ہو الحمد للہ۔ اگر ایمان کو نکال دیں تو دولت اور غربت دونوں ہی بے کار ہیں۔ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ وسائل کو استعمال کرو۔ آج ہمارے اندر ای ک غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ ہم تو اسلام کے ساتھ کوئی اچھا

کام کر ہی نہیں سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کا عروج ہی نہیں دیکھا۔ ہم نے تاریخ نہیں پڑھی۔ پچھلے دور کے علماء کی کتابیں پڑھیں تو اُس میں واضح لکھا ہے کہ اب اسلام کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ ہم نے اگر تاریخ کو پڑھا ہو تو دنیا کے نقشے پر اسلام اور مسلمان اس طرح چمک رہے تھے کہ لگ رہا تھا کہ اسلام کو کبھی زوال نہیں آئے گا ایک شاعر بھی اس بارے میں کہتا ہے۔

مانند خورشید جیتے ہیں ہم --- ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے۔

دن بدن میڈیا اور دوسرے ذرائع سے پتا چل رہا ہے کہ اسلام بیچارہ ہوتا جا رہا ہے۔ **فَاتَّبِعْ سَبَبًا**، سیکھو، سکھاؤ۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ ہم نے تو اسلام اس لیے پیش کیا تھا کہ تم ساری دنیا میں جا کے پھیلاؤ۔ یہ تو مکھن کی طرح ہے آپ ایک طرف سے دبائیں گے تو دوسری طرف سے نکل آئے گا۔ اسلام کبھی نہیں دبتا۔

اگر آپ کے بچے دنیاوی تعلیم لے رہے ہیں تو یہ کوئی غلط بات نہیں ہے لیکن یہاں اصل بات یہ ہے کہ ریسورسز کو انسانیت کے فائدے کے لئے لگائیں۔

ہم تیسرا واقعہ پڑھنے والے ہیں، تینوں واقعات کا تھیم بھی یہی تھا کہ جو لوگوں کو نفع دے گا، وہی بچے گا۔ بہت سے لوگوں کے پاس وسائل ہوتے ہیں لیکن وہ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس بادشاہ کی عقلمندی دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن میں کیا۔ نہ اسکی نمازوں اور نہ روزوں کا ذکر ہے۔ صرف ریسورسز کے بہترین استعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی پیاری کتاب میں کیا۔ بعض لوگوں کے پاس سب کچھ ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ کچھ نہیں کر پاتے۔ صحابہ کرام کی کامیابی کا

راز بھی یہی تھا کہ انہوں نے اسباب سے فائدہ اٹھایا اور اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا۔ اسلام سے پہلے ان کو اپنی خوبیاں، خامیاں دکھائی دیتی تھیں۔ صحابہ کرام اسلام سے پہلے بھی بہت ضدی تھے۔ جب اسلام پہ آئے تو ان کی وہ ساری ضد اسلام کے نفاذ پر آگئی۔ جیسے حاتم طائی، اسلام سے پہلے صرف لوگوں کی واہ واہ کے لیے کھلاتے تھے لیکن اسلام پر آنے کے بعد وہ سب چیزیں اللہ کی محبت کے لئے ہو گئیں۔

اسباب سے مراد ”صلاحیت“ بھی ہے۔ ماسٹریٹ، ہنر اور دماغ بھی ہے۔ اسلام سب سے کٹ کر جینا نہیں سکھاتا۔ اگر قرآن پاک میں سیاست اور معاشرتی باتیں نکال دیں تو پیچھے صرف **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** رہ جاتا ہے۔ لہذا اسلام کا مزاج سمجھیں؛ کہ ”نظام بناؤ“۔ نوجوان نسل کو یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ آج دوبارہ اسلام غالب آجائے گا، تم اس دنیا کو مسلم نظام دو۔ مسلم بچے ڈاکٹر بنیں، ریسرچرز کریں اور دنیا کو بتائیں کہ حلال اور طیب کھاؤ، فاسٹ فوڈ کے کیا نقصان ہیں، ہفتوں کھانا فریز کر کے کھانا کیسا ہے۔

طب نبوی کے نام پہ اتنی موٹی کتاب ہے۔ پڑھ کے دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے کہ اللہ کے نبی کو کن کن جڑی بوٹیوں کے نام یاد تھے۔ اگر آپکے بچے ڈاکٹر بنیں اور اس طرح کا طریقہ علاج نکالیں تو بہت فائدہ ہو گا۔ اسی طرح اگر آپکا بچہ وکیل بننا چاہتا ہے تو اسے بتائیں کہ حق کے لیے لڑے۔ لوگ کہتے ہیں ایسا کیا تو پھر کھائے گا کہاں سے کیوں کہ اس طرح تو کما نہیں سکتا۔ تو جس کا اللہ پر ایمان ہے کہ وہ ”رِزَاق“ ہے تو اُسکو تو اس چیز کی فکر نہیں ہو گیا اور وہ جھوٹے مقدمے لے گا ہی نہیں۔ **اصل پیغام اپنی نسل کو دینے والا یہ ہے کہ تم اپنے اسلام کو عزت دینے کے لیے پڑھو، نکلو، سیکھو، ریسورسز استعمال کرو۔**

جس طرح تاریخ میں حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہتھیار بناتے تھے۔ ان کی خوبی تھی کہ اللہ تعالیٰ انکے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیتا تھا۔ ان کے ہتھیار کہاں چلے اور آج کے لوگوں ہتھیار بناتے ہیں، لیکن وہ کہاں استعمال ہوتے ہیں۔ آج دو حکومتوں کو لڑا کر ان ہتھیاروں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ میڈیا مسلمانوں کی تباہی پر نہیں روتا یہ اپنی دشمنی پر روتا ہے۔ لیکن ہم سو رہے ہیں۔ ہم ہر جگہ کہہ دیتے ہیں بس ”چُپ“۔ ہم نے گونگی بہری نسلیں پیدا کیں۔ نبیؐ کے دور سے لے کر صحابہ کے دور تک کوئی سوچ سکتا تھا کہ آپ اپنی مسجد میں بیٹھے ہیں اور اوپر سے گولا بارود برسے۔ کیا معصوم بچے مارے جاتے تھے۔ جب ہم ان ہتھیار کو اسلام کے لئے استعمال کریں گے تو انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ اسلام مال کو بُرا نہیں کہتا۔ بیت المال میں مال ہو گا تو لوگوں کو دیا جائے گا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ دنیا اسباب کی دنیا ہے انکو استعمال کرو جیسے ذوالقرنین نے کیا فَاتَّبِعْ سَبَبًا تَمَّ بِهَا بَنُ جَاؤ۔

آج کی کامیاب قوموں میں کچھ ممالک سرفہرست ہیں ان میں پہلے جاپان تھا اب چائنا آگیا ہے۔ چائنا میں لوگ اپنے بچوں کو چار زبانیں سکھاتے ہیں اور یہ ملک اپنے بچوں کو دونوں ہاتھوں سے لکھنا سکھاتے ہیں۔ یہ جاگتی قومیں ہیں، ہم سو رہے ہیں۔ وہ آج فَاتَّبِعْ سَبَبًا ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ استعمال کرو۔ اسی لیے تو اللہ کے نبی نے مدینہ جاتے ہوئے یہ دعا کی تھی،

رَبِّي اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقِيْ وَاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجِ صِدْقِيْ وَاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔

غلبہ ہو گا تبھی تو کام ہوگا۔ یہاں رول ماڈل ذوالقرنین کو بنا دیا کہ جب چیزیں بنتی ہیں تبھی تو فائدہ ہوتا

ہے۔

اگر کسی قوم کے پاس وسائل ہوں اور وہ ملک کے فائدے کے لیے استعمال نہ کرے تو یہ جرم ہے۔ اگر کسی قسم کے ریسورسز، نفری میرے پاس ہے اور میں اس کو آج دین پر نہیں لگا رہی تو میں اللہ کی عدالت میں مجرم ہوں۔

وسائل کو استعمال کریں۔ ایک عالم تھے وہ لوگوں کو حج کرواتے تھے۔ لوگوں سے کہتے کہ حج کرنا ہے تو پیسے لاؤ۔ کیوں کہ حج کی شرائط میں سے ہے کہ صاحب مال ہو۔ لوگ پیسے دیتے تو حج پر لے جا کر انہیں خوب کھلاتے۔ لوگ خوش ہوتے کہ ہمارے پیسوں میں اتنی برکت پڑ گئی۔ جب لوگ واپس جانے لگتے تو انکا سارا پیسا انہیں واپس کر دیتے۔ دریا دل لوگ تھے۔ آج مسلمانوں کے پاس بہت ریسورسز ہیں۔ اگر آج مسلم یہ بن جائیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے۔ نیل کے ساحل سے لے کر تاجخاک کا شجر

اگر آج مسلم سب کچھ چھوڑ کر ایک ہو جائیں تو دنیا کی ساری جنگیں ختم ہو جائیں۔ لیکن آج ہم کھو گئے اور ہم لیڈر نہیں بنے۔ ہم نے اپنی انرجی کو ضائع کیا۔ لوگوں نے چھوٹی چھوٹی چیزیں اکٹھی کیں اور وہ دنیا پہ چھا گئے۔

لیکن آج ہم مسلمان وہ پیغام نہیں پہنچا سکے جس میں حق ہے۔ ہمیں اس کتاب کے مقصد کا یقین نہیں ہے اور ہمیں یقین ہوتا تو آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی۔ آج ہم نے اسلام کو فقیر سمجھا ہوا ہے۔ ہم نے تو اپنی دنیا ہی ابھی پوری نہیں کی۔ اسلام کو کہاں سے دیں۔ جتنے اہتمام سے ہم شادیوں کو سیلیبریٹ کرتے ہیں اگر اسلام کو کیا ہوتا تو آج اسلام ساری دنیا میں پھیلا ہوتا۔ ذوالقرنین کی زندگی میں بڑی سڑ گل نظر آتی ہے۔